شریک کئے گئے تھے۔

اس میں شبہ نہیں کہ اسلام میں ذات پات کا لحاظ نہ کرتے ہوئے مساوات کے تصورات کی وجہ سے اور زیادہ تر ان صوفیوں کے اثرات کی بنا پر تبدیل مذہب عمل میں آیا جو فی الواقع دیانت کے پیرو ہو گئے تھے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے اگر کسی وسیع طریقے پر طاقت کا استعمال کیا گیا ہوتا تو اس ملک کی آزادی کے موقع پر مسلمانوں کی آبادی ہندوؤں کی آبادی کے ایک چوتھائی کے برابر نہ ہوتی۔ جہاں تک یہ بات کہی جاتی ہے کہ غیر مسلموں پر بلا تخفیف متواتر مظالم ہوتے رہے تو ۱۸۵۷ء میں تقریباً سارے ہندوستان نے بہادر شاہ ظفر کے جھنڈے کے نیچے کیوں برطانیہ کے خلاف جنگ کی؟ ان میں بلوربی، مرہٹہ، راجپوت اور دوسرے لوگ شامل تھے! کیا وہ مغلوں کے مظالم کو دائمی رکھنا چاہتے تھے؟۔ بابر کے علاوہ ہر ایک افغانی اور مغل بادشاہوں کو یہیں ہندوستان میں دفن کیا گیا۔ انہوں نے اپنے تمام خزانے یہیں خرچ کئے اور اختیار کردہ اس ملک میں دائمی سکونت اختیار کرلی۔ وہ فاتحین کی حیثیت سے یہاں آئے تھے لیکن وہ ہمارے شہریوں کی طرح یہاں رہتے تھے۔ ہندو مذہب کی اچھی باتوں کو اپنا کر ہندوستان میں اسلام کی شکل بالکل بدل گئی۔

مرہٹوں اور سکھوں نے بالخصوص مابعد کے مغل حکمرانوں کے خلاف کئی مرتبہ بغاوتیں کیں لیکن بالآخر ایران کے شیعہ مسلمان نادر شاہ اور افغانستان کے سنی مسلمان احمد شاہ ابدالی نے مغلیہ سلطنت کو برباد کر دیا۔ کچھ مدت گذرنے کے بعد ایک معاوضہ کے صلے میں مرہٹوں نے کم سے کم سو برسوں تک مغل تخت کی حمایت کی اور انہوں نے راجپوتانہ اور بنگال کے ہندوؤں پر بڑی بے رحمی سے حملے کئے۔ درحقیقت یہ الفاظ ہندو اور ہندوستانی مسلمانوں نے ہمیں دیئے ہیں۔

ہماری تہذیب و تمدن کی ترقی میں مسلمانوں نے جو اضافے کئے ہیں وہ اس قدر زیادہ ہیں کہ ہماری زندگی کے لاینفک جزو بن گئے ہیں بالخصوص یہ مغل حکمراں ہی تھے جنہوں نے ہمیں اکھنڈ بھارت کا تصور دیا۔ اور افغانستان کو اس ملک کا ایک حصہ بنالیا۔ انہوں نے سارے ملک پر حکومت کے لئے ایک طرز حکومت رائج کیا (افغان حکمراں شیر شاہ سوری نے گرانڈ ٹرنک سڑک بنوائی) اور اس ملک میں سیاسی استحکام قائم کیا اور مرکزی حکومت کے اعلیٰ

اقتدار کو قائم کیا اور مالگذاری کا ایک ایسا نظام مروّج کیا جو رعایا کی فلاح و بہبود پر مبنی تھا۔ جرم کا خاتمہ کر دیا اور مکمل امن و امان کی یقین دہانی کی۔ یہ بڑی دلچسپ بات ہے کہ ہندوؤں کو شاذ و نادر ہی قاضی کی عدالت میں حاضر ہونا پڑتا تھا۔ صرف مسلمان ہی وہاں پیش ہوتے تھے۔ دوسرے تمام معاملات پنچایتوں اور رسمی قانون کے ذریعے طے ہوتے تھے۔ آرٹ اور فنِ تعمیر، فنِ موسیقی و آداب، کھانے پکانے کے طریقوں، لباسوں اور فرنیچر وغیرہ میں ان کے اضافوں کی اہمیت کچھ کم نہیں ہے۔

مغلوں نے فارسی کو درباری زبان تسلیم کر لیا اور انہوں نے اس بات پر اصرار نہیں کیا کہ ترکی یا ان کی مذہبی کتابوں کی زبان عربی کو درباری زبان کی حیثیت دی جائے۔ انہوں نے ایک عام بولی کو جنم دیا جو ہندی قواعد پر مبنی تھی اور اسے اردو کے نام سے موسوم کیا جو ہندوستان میں آجکل تہذیب کے اظہار کے لئے بہترین زبان ہے۔ یہاں تک کہ اکبر نے ایک مشترکہ مذہب دینِ الٰہی قائم کیا اور بڑی حد تک صوفی و بدانت کے پیرو ہو گئے۔ توحید کے تصور سے ہندو آشنا نہ تھے لیکن اس بات پر اسلام کے بھرپور زور نے ہمیں بنی نوعِ انسان اور دنیا کے بارے میں اپنے خیالات پر نظرِ ثانی کرنے پر مجبور کر دیا۔ بابائے ہندوستانی قومیت گرو نانک نے افغانوں کے آخری اور مغلوں کے ابتدائی زمانے میں عدم تفریق کے اپنے عقیدوں کی اشاعت کی لیکن نہ تو انہیں ستایا گیا اور نہ ہی انھیں چیلنج کیا گیا۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارے مندروں کی بے حرمتی کی گئی انھیں مسمار کیا گیا لیکن شمال اور جنوب میں ہمارے قدیم ترین مندر آج بھی برقرار ہیں۔

یہاں تک کہ اورنگ زیب کے ایک فرمان میں جس کی نمائش بنارس ہندو یونیورسٹی کے میوزیم میں کی جاتی ہے، واضح طور پر یہ کہا گیا ہے کہ: "جبکہ کسی نئے مندر کی تعمیر کی اجازت نہ دی جائے، (لیکن) کسی قدیم مندر کو مسمار نہ کیا جائے۔" لہٰذا آج یہ بات کہنا کہ اجودھیا، بنارس اور متھرا کی ان تینوں مسجدوں کو فرقہ وارانہ یکجہتی کے لئے واپس کر دیا جائے۔ ہمارے سیکولر دستور اور قانون کی بیخ کنی کرنے کے مترادف ہے۔

ہاں۔ پاکستان ہے جسے ہم سب دیکھتے ہیں۔ اسے ہندوستانی مسلمانوں نے بنایا تھا جنہیں

اب اس بات پر جھنجھلاہٹ ہوتی ہے، کیونکہ پاکستان انہیں وہاں کا اصلی باشندہ تسلیم نہیں کرتا ہے۔ اور اس ملک میں ہم انہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پاکستانی کہتے ہیں۔ ایک ایسے وقت میں جب وہ لوگ دوہرے مصائب میں گرفتار ہیں، ہمیں مذہبی یا سماجی عادات کا لحاظ کیئے بنا انہیں اپنے اصلی شہری کی طرح اپنا لینا چاہیئے۔ ہمیں انہیں مصاروں اور محصور ذہنیت سے باہر نکال لینا چاہیئے۔

ہندوستان کے مسلمانوں نے بخوشی علٰحدہ انتخابات کو ترک کر دیا ہے۔ وہ مذہبی جماعت کے مقابلے میں غیر مذہبی جماعتوں کو اپنا ووٹ دیتے ہیں۔ بحران کے وقت وہ سینہ سپر ہوکر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ملک کے لئے جنگ کرتے ہیں، یہاں تک کہ جب ہندوستان اور پاکستان کے مابین جنگ واقع ہوتی ہے۔ شادی اور ورثے کے قوانین کے علاوہ انہوں نے ہمارے ضابطۂ فوجداری اور دیوانی تسلیم کرلئے ہیں۔ یہی بات عیسائیوں، پارسیوں اور یہاں تک کہ ہندوؤں میں بھی پائی جاتی ہے۔ ملکی مخصوص دھارے میں ان کے شریک ہونے کے لئے ہم ان سے اور کیا چاہتے ہیں۔ یہ کہنا کہ وہ اپنے پرسنل لا کے تحت چار شادیاں تک کرسکتے ہیں اور رفتہ رفتہ ان کی آبادی ہندوؤں کی آبادی سے زیادہ بڑھ سکتی ہے تو یہ بات لغو ہے۔ ہر ایک مسلمان کے لئے چار عورتیں کہاں سے آئیں گی؟ پہلے ہی ۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے حساب سے مسلمان مردوں کے مقابلے میں ۲۵ لاکھ عورتوں کی کمی ہے۔

ہم سب نے بہت ضرر رساں غلطیاں کی ہیں۔ جس علاقے کو پاکستان بننا تھا وہاں کے ہندو سکھ اور پٹھان باشندوں کے احتجاج کے باوجود کانگریس نے ہندوستان کی تقسیم کو تسلیم کیا۔ ہم نے مرکزی حکومت کے محدود اختیارات کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا اور بلا شرکتِ غیرے سارے ہندوستان پر اپنے اختیارات کے حصول کے لئے تقسیم ملک کو پسند کیا۔ اس المیہ کے لئے اب صرف مسلمانوں ہی کو کیوں مورد الزام ٹھہرایا جاتا ہے؟ اگر وہ چاہتے تھے تو ہم نے مسلمانوں کو ہندوستان میں رہنے کی اجازت دیدی تھی۔ اب وہ ہمارے پورے شہری ہیں اور اب ان کے ساتھ ایک باہری یا زبردستی گھس آنے والوں کے جیسا برتاؤ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ ہمارے سماج کے دیگر پسماندہ فرقوں کی طرح ان کی معاشی، سماجی اور تعلیمی ترقی کے لئے ہمیں فوری طور پر

اقدام اٹھانے چاہئیے۔

پاکستان سے آئے ہوئے ہندو اور سکھ مہاجرین کو ہمیں کشمیر میں آباد ہونے کی اجازت دیدینی چاہیئے تھی۔ جب حالات ہمارے حق میں تھے تو ہم ساری وادی کو پاکستانی جتھوں سے صاف کرسکتے تھے۔ ہم یو۔ این۔ او شکایت کرنے کیوں نہیں گئے کیونکہ ہم وہاں بین الاقوامی سازشوں کے جال میں پھنس جاتے؟ مزروعہ زمینوں کے علاوہ جائداد خریدنے کا حق غیر کشمیریوں کو بھی دیا جاسکتا تھا۔ لیکن آج ہندوستان دوسری اپنی ریاستوں کے اپنے شہریوں کے ساتھ کھلواڑ کررہا ہے۔

نوکریوں، تعلیمی اداروں اور نہ صرف زرعی بلکہ دوسری زمینوں کے خریدنے کے لئے مستقل سکونت (وطنیت) کے قانون کا اطلاق ہوتا ہے۔ شمال مشرقی قبائلی ریاستوں میں جانے کے لئے ہمارے پاس اجازت نامہ ہونا چاہیئے اور وہ بھی بہت تھوڑی مدت کے لئے۔ غیر آسامی باشندوں کے خلاف آسامیوں نے ہتھیار اٹھالئے ہیں۔ علاقہ اور ذاتوں کی نچلی شاخوں کو اگر چھوڑ بھی دیا جائے تو ذات، مذہب اور ریاست کی بنیاد پر ہندوستان کی سیاست میں ہماری کامیابی کا دارومدار ہے۔ لہذا فرقہ پرستی اور عقائد پرستوں کی شورش کے لئے صرف پنجاب اور کشمیر کو ہی کیوں موردِ الزام ٹھہرایا جاتا ہے۔ ہندی بولنے والے علاقوں میں جان بوجھ کر اور شور شرابہ کے ساتھ اس بات کے بیج بوئے جارہے ہیں۔ لیکن ہمیں اس بات کا احساس بھی ہونا چاہیے کہ اس طرح ہم آگ سے کھیل رہے ہیں سیاسی استحکام اور جمہوری نظام کی کامیابی ہماری غیر مذہبیت (سیکولرزم) پر موقوف ہے۔